مولانا سیف الرحمٰن الفلاح بی-اے

دوسری قسط

# استمداد لغیر اللہ پر تحقیقی نظر

**توحیدِ طلب و قصد** اس کا دوسرا نام توحیدِ الوہیت ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی حوائج اور ضروریات کے لئے اسی سامنے ہاتھ پھیلائے جائیں۔ اور اسی کے دروازے پر دستک دی جائے۔ اس کا نام توحید ہے۔ اس کی بنیاد اللہ کی خالص عبادت اور اپنی حوائج کے لئے اس کے سامنے فریاد کرنا ہے۔ یہ توحید وہ ہے جس کے ساتھ پیغمبروں نے اپنی دعوت کا آغاز کیا ہے۔ جیسے حضرت نے اپنی قوم سے فرمایا:

"اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ" (الاعراف ع ۸)

"تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"

"ان لا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم" (ھود ع ۳)

"اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کر مجھے اس عبادت سے کوئی اپنا مقصود نہیں، بلکہ تمہاری خیرخواہی چاہتا ہوں) مجھے ڈر لگتا ہے (کہ اللہ کی نافرمانی سے) تم دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ؟"

اسی طرح حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ وغیرہ نے اسی توحید کا وعظ سنایا اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے متعلق فرمایا ہے کہ جب وہ مصائب کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں تو پھر سارے باطل معبودوں کو بھول جاتے اور پورے اخلاص سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جھکتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَہٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ ھٰذِہٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ قُلِ اللّٰہُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْھَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ۔ الآیۃ (الانعام ع ۸)

"(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپؐ ان مشرکوں سے) دریافت کیجئے کہ بتاؤ جنگل اور سمندر کے اندھیروں میں تمھیں کون نجات دیتا ہے؟ جبکہ تم اسے عاجزانہ لہجے میں آہستہ آہستہ پکارتے ہو۔ اور (اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہو۔ الٰہی ہمیں اس مصیبت کے پنجہ سے رہائی عنایت فرما) اگر تو نے (اس مصیبت سے) نجات فرمائی تو تیرے شکرگزار بندے بن جائیں گے (پھر تیرے سوا کسی کو نہیں پکاریں گے) آپ ان کو بتلا دیجئے یہ (مصائب کے منہ سے نکالنا اللہ ہی کا کام ہے) وہ تمھیں اس مصیبت سے نجات دے گا۔ وہ تو ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے۔"

اس میں اللہ تعالےٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ ان کا یہ اخلاص وقتی ہے۔ اس لئے یہ کام نہیں ۔گا۔ اور نہ ان کی یہ توحید ان کے لئے کافی ہے کہ وہ صرف اللہ تعالےٰ کی قدرت کا اقرار نے ہیں۔ جیسے پہلی دو آیات میں ذکر ہو چکا ہے تو ایسے لوگوں سے جنگ کرنا ضروری ہے۔ ، وہ اپنی عبادت اللہ کے لئے خالص نہیں کرتے اور اس کے سوا جو انھوں نے باطل معبود ے ہوئے ہیں۔ ان سے کفر نہیں کرتے کلمۂ اخلاص "لا الٰہ الا اللہ" کا یہی مفہوم ہے کہ کے ماسوا سب معبودوں کی نفی کر دی اور اس ایک کو اپنا معبود تصور کیا ہے۔ جیسے ارشاد تعالےٰ ہے:

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکھف ع)

"(اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (لوگوں کو) بتلا دیجئے کہ (میں اللہ کا شریک نہیں بلکہ) میں تو تم جیسا بشر ہوں۔ میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود تو صرف اللہ ہے۔ تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کا خواہشمند ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔"

نیز اپنے خلیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ الآیۃ

(الزخرف ع)

"جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا تم جن (بتوں) کی پوجا کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا جس نے مجھے پیدا کیا وہ اس معاملے میں میری عنقریب راہنمائی فرمائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بعد میں آنے والوں (اپنی اولاد) کے لئے یہ کلمۂ توحید باقی چھوڑا۔"

آپ غور کیجئے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اس کلام کے مفہوم سے کس طرح غیر اللہ کی عبادت کی نفی ہوتی ہے اور ایک اللہ کی عبادت کا کتنا بڑا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ مشرکین نے اس معنیٰ کا اقرار کرنے سے انکار کیا۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

"اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ" (الصافات ع ۲)

"جب ان (مشرکوں) سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی عبادت کے ہرگز لائق نہیں تو اکڑ جاتے ہیں اور (متکبرانہ انداز میں) کہتے ہیں کیا ہم ایک شاعر اور دیوانے شخص کی بات کو تسلیم کر کے اپنے معبود (بتوں) سے کنارہ کش ہو جائیں؟ (ایسے ہرگز نہیں ہوگا)"

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ان سے کلمہ طیبہ کا اقرار کرانے سے یہ مطلوب تھا کہ وہ معبودانِ باطلہ کی عبادت ترک کر دیں۔ اور ان معبودوں کی عبادت سے کنارہ کشی کرنا ان کے لئے ناگزیر ہے کیونکہ اس کے بغیر کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسے آزر نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زجر و توبیخ کے انداز میں پوچھا۔

"اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَآ اِبْرٰهِيْمُ" (مریم ع ۳)

"اے ابراہیم کیا (سچ مچ) تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کرنے والا ہے؟"
(یعنی ان کی پوجا پاٹ سے انکار کرتا ہے)

اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد میں حنیف کا بھی یہی معنیٰ ہے:

"اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"۔

"یقیناً حضرت ابراہیمؑ پیشوا تھے، اللہ کے فرمانبردار تھے (شرک سے ایک طرف رہنے والے تھے اور وہ (جیسے مشرکین مکہ سمجھتے تھے) مشرک نہیں تھے۔"

یہاں حنیف کی تفسیر امام ابن قیم نے یہ کی ہے کہ:
اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور ماسوی اللہ معبودانِ باطلہ سے روگردانی کرنے

والے تھے۔

ابن کثیرؒ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے:

"حنیف اس شخص کو کہتے ہیں جو شرک سے روگردانی کرنے والا اور توحید کا چاہنے والا ہو"۔ تفسیر ابن کثیر، جز ثانی صفحہ ۵۹

قرآنِ کریم کی ہر سورت میں اس توحید کا ذکر ہے کبھی تو اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی خالص عبادت کا حکم دیا ہے اور کبھی شرک سے منع کیا ہے۔ جیسے کہ عنقریب ہم کچھ باتوں کا ذکر کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ توفیق دینے والا ہے اور وہی ہمیں کافی ہے اور اچھا کارساز ہے۔

**توحید الاسماء والصفات** یہ توحید کی تیسری قسم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو اور یہ اعتقاد ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے اور وہ ہمیشہ قائم ہے، اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ وہ جیسے چاہے کرتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔ وہ شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ وہ عرش معلیٰ پر قائم ہے وہ امن دینے والا اور نگہبان ہے۔ اس کے اچھے اچھے نام ہیں، وہ اعلیٰ صفات کا مالک ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی جو جلالی اور جمالی صفات بیان کی ہیں۔ اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب العزت کی بیان کی ہیں۔ ان کا اقرار کرنا اور تسلیم کرنا واجب ہے۔ اللہ کی صفات بغیر تمثیل کے ماننا لازم ہے۔ اور اس کی تنزیہہ اور اس کی صفات کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ صفاتِ الٰہی کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ تمام صحابہ کرامؓ، تابعینِ عظامؒ، ائمہ اربعہ اور ان کے پیروکار محدثین، فقہا کا یہی عقیدہ ہے اور تمام اہلسنت والجماعت[1] یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

**صفاتِ الٰہی کا انکار کفر ہے** سب سے پہلے جعد بن درہم نے اسماءِ الٰہی اور صفاتِ الٰہی کا انکار کیا۔ لیکن اہلِ علم نے اس عقیدہ کی سختی سے تردید کی امیر خالد بن عبد اللہ قسری نے اس کے لیے قربانی دی اور اس کا واقعہ تاریخ میں مشہور ہے۔ بعد

---

[1] اہلسنت سے مراد قبروں کے پجاری اور بدعات ایجاد کنندہ ہرگز نہیں، بلکہ اہلسنت سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنتوں کے پیروکار ہیں اور جماعت سے مراد صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے فافہم وتدبر!

ازاں جہم بن صفوان اللہ تعالےٰ کی صفات اور حکمت کا منکر ہوا۔ لیکن محدثین اور فقہاء نے اس کی بھی سختی سے تردید کی۔ چنانچہ اس کی تردید اور صفاتِ الٰہی کے اثبات میں انھوں نے کئی کتابیں اور رسالے لکھے۔ ان میں کتاب وسنت اور آثارِ سلف کے حوالے دے کر یہ ثابت کیا کہ اللہ نے اپنی جو صفات بیان کی ہیں اور جو صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے رب العزت کی بیان کی ہیں درست اور صحیح ہیں۔ وہ صفاتِ الٰہی کے معاملے میں قرآنِ کریم کے احکام اور حدیثِ نبوی سے تجاوز نہیں کرتے۔ یہ بیان کرنے والے ایک دو نہیں، بلکہ ایک جمِ غفیر ہے۔

## صفاتِ الٰہی کے متعلق اہلسنت کا عقیدہ

در حقیقت بات یوں ہے جیسے امام بخاریؒ کے شیخ نعیم بن حماد خزاعی نے کہا ہے:

جو شخص اللہ تعالےٰ کو اس کی مخلوق سے مشابہت دیتا ہے وہ کفر کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی بیان کردہ صفات کا منکر ہے وہ بھی کفر کرتا ہے۔ اللہ نے اپنی جو صفات بیان کی ہیں اور جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی ہیں ان میں تشبیہ کو ہرگز دخل نہیں۔

## اس مسئلہ پر سلف کی تفسیریں

اس مسئلہ کے متعلق ان کی کئی کتابیں مشہور ہیں ان کی فہرست بیان کرنے سے کلام طویل ہو جائے گا۔ لیکن ہم اختصار کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا۔ جو شخص اہلسنت والجماعت کے سلف صالحین کے معتقدات سے باخبر ہونا چاہتا ہے، اسے چاہیئے کہ امام ابوجعفر، محمد بن جریر طبریؒ کی تفسیر طبری، حسین بن مسعود بغویؒ کی تفسیر بغوی اور عماد الدین ابن کثیرؒ کی تفسیر ابن کثیر اور دیگر اہلسنت کی ایسی تفسیروں کا مطالعہ کرے۔ اسی طرح حدیث کی کتابوں میں صحیحین، سنن اور مسانید وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ حق ایک نور ہے۔ اس کی پہچان پر اللہ تعالےٰ کی تعریف کرنی چاہیئے۔ میں اللہ عزوجل کی بہت بہت تعریف کرتا ہوں۔ جس نے ہمیں اہلِ ایمان اور اہلِ صدق کی اتباع نصیب کی۔ میں اس کی ایسی تعریف کرتا ہوں جو پاکیزہ اور بابرکت ہے اور ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ جسے ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اور جس کے ہم ہر وقت محتاج ہیں۔

## عراقی کے شبہات

اب ہم عراقی کے رسالے نے جو شبہات پیدا کئے ہیں، ان کے ازالہ

اور تردید میں اشہبِ قلم کو میدانِ قرطاس میں دوڑاتے ہیں۔

**شبہ نمبر ۱** عراقی اپنے رسالے میں لکھتا ہے۔

**انبیاء و صلحاء کی قسم کا جواز** رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس اور دیگر انبیاءؑ کے نام کے ساتھ قسم کھانا جائز ہے۔ اور قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تمام علماء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے۔ البتہ شیخ اس کے خلاف ہے۔ اس نے اس مذہب والوں کی مخالفت کی ہے۔ لیکن اپنی مراد کو واضح نہیں کر سکا۔ ظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک انبیاءؑ کی قسم کھانا مستحب نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اس کا یہ کہنا کہ شیخ اس کے خلاف ہے۔ تو اس سے اس کی مراد ابنِ تیمیہؒ ہے۔

**شبہ کا ازالہ** میں کہتا ہوں کہ دیکھئے اس نے علماء پر کس قدر جھوٹ باندھنے کی جسارت کی ہے۔ اس کے سفید جھوٹ کو طشت از بام کرنے کے لئے ہم سب سے پہلے شیخ الاسلامؒ کا کلام ان کی کتاب "الاستغاثہ" سے نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"علماء کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی۔ وہ یوں ہے کہ اس کی مخلوقات کی قسم کھائی جائے۔ جیسے فرشتوں کی قسم، کعبہ کی قسم یا کسی شیخ کی قسم۔ بلکہ ایسی قسم سے روکا ہے۔ اس کی نہی تحریمی ہے یا تنزیہی؟ صحیح بات یہ ہے کہ اس کی نہی تحریمی ہے۔"

اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

"من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت" [1]

"جو شخص قسم کھانا چاہے تو اسے چاہیے اللہ کی قسم کھائے۔ یا پھر خاموش رہے۔"

ترمذی میں یوں مذکور ہے:

"من حلف بغیر اللہ فقد اشرک" [2]

"جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔"

متقدمین علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا مخلوق میں سے کسی کی قسم کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ مخلوق کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو گی۔ امام احمدؒ سے اس مسئلہ میں دو روایات مذکور ہیں۔ ان

[1] صحیح بخاری جزو ثانی ص ۹۸۰  [2] مشکوٰۃ جلد ثانی ص ۲۹۶ بحوالہ ترمذی

کے کچھ شاگرد جیسے ابن عقیل وغیرہ کا خیال ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاءؑ کے معاملہ میں قسم کھانے میں اختلاف ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ باقی انبیاءؑ تو کجا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے سے قسم کے انعقاد اور جواز کا قول بھی ضعیف ہے۔ اور اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے کسی عالم نے ایسی بات نہیں کہی اور نہ کوئی اس کا قائل ہے۔ جمہور علماء، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔ امام احمدؒ کی دو روایات میں سے ایک ان کے مطابق ہے۔ یہی بات صحیح ہے۔

آپ غور کیجئے! اس گمراہ شخص نے علماء کا مذہب کیسے بیان کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور دیگر انبیاءؑ کے ساتھ قسم کھانے کا اعتبار کرتے اور اسے جائز تصور کرتے ہیں اور شیخ الاسلام کے کلام پر بھی توجہ اور غور کیجئے کہ اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی قسم کھانی جائز نہیں اور قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔ سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ کیونکہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہے کہ یہ قسم منعقد ہو جائے گی اور منعقد ہوگی۔ لیکن جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔ اور ان کی تصحیح پر غور کیجئے کہ مخلوقات کی قسم کھانے کی نہی تحریمی ہے۔ لیکن یہ فریب دہندہ کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی مراد کو واضح نہیں کیا۔ بھلا آپ ہی بتائیے! اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے؟ نعوذ باللہ من الھویٰ

ایک اور مقام پر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

جو شخص غیر اللہ کی نذر مانتا ہے جیسے بتوں کی، سورج کی، چاند کی، اور قبروں وغیرہ کی تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس کی مخلوقات میں سے غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے۔ جو شخص مخلوقات میں سے کسی کی قسم کھائے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں اور نہ اس کا کوئی کفارہ ہے اسی طرح مخلوقات کی نذر ماننے والے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ دونوں امور شرک ہیں اور شرک صرف گناہ ہی نہیں بلکہ گناہ سے توبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا مشرک کے ذمہ واجب ہے۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من حلف فقال فی حلفہٖ لات والعزیٰ فلیقل لا الٰہ الا اللہ[1] جو شخص لات اور عزیٰ کی قسم کھائے تو اسے چاہیے کہ "لا الٰہ الا اللہ" کہے۔

دیکھئے! کیا انھوں نے وضاحت نہیں کی کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے یا نہیں؟ بس اس

---

[1] صحیح بخاری، جلد ثانی ص ۹۸۴

سے عراقی کی کذب و افتراء کی داستان کا راز آپ پر فاش ہو گیا۔

## شبہ نمبر ۲

**انبیاء و صلحاء کو وفات کے بعد پکارنا جائز ہے**

عراقی کہتا ہے چونکہ انبیاء اور صالحین کو پکارنا اور ان کی وفات کے بعد ان سے سوال کرنا اور ان سے غائبانہ مدد طلب کرنا منع ہے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پکارنا اور مدد طلب کرنا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان سے کچھ طلب کرنا جائز ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نداء اور طلب عبادت نہیں جیسے خوارج کہتے ہیں۔ یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنا اور ان سے کچھ طلب کرنا جائز ہے تو دیگر لوگوں کو پکارنا بھی جائز ہو گا۔

**شبہ نمبر ۲ کا جواب**

یہ گمراہ شخص عبادت کی تعریف سے بھی واقف نہیں نہ اسے یہ علم ہے کہ علماء نے عبادت کسے کہا ہے۔ بلکہ اسے یہ بھی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کیا دے کر بھیجا اور اپنی کتب میں توحید کا کس قدر ذکر کیا ہے، اور اس اَمر کی کس قدر تاکید فرمائی کہ صرف اللہ ہی کی پرستش کی جائے۔ اس کے برعکس چونکہ اس کی پرورش شرک و کفر میں ہوئی ہے اور اس کے رگ و ریشہ میں شرک سرایت کر چکا ہے۔ اس لئے شرک کے ماسوا یہ کسی بات کو سمجھ سکتا ہے نہ پہچان سکتا ہے۔

اس کا یہ کہنا ہے کہ انبیاء اور صالحین کو پکارنا اور ان سے ان کی وفات کے بعد سوال کرنا الخ۔

**دعا اور ندا کا مفہوم ایک ہے**

میں کہتا ہوں آپ اس کی بہت بڑی جہالت اور گمراہی کا اندازہ کیجیے۔ جب اس نے دیکھا کہ مطلق غیر اللہ کو پکارنے کو ہر آدمی برا سمجھتا ہے تو اس نے دعا کی بجائے ندا کا لفظ اختیار کیا۔ تاکہ جاہل اور کوتاہ فہم لوگوں کو دھوکا اور فریب دے کر اپنا ہمنوا بنائے۔ گویا کہ جو اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں ندا اور دعا کا ایک ہی مفہوم بیان کیا ہے۔ اس نے سنا ہی نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝

قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي (مریم ع)

"(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے (حضرت) زکریا پر اس کے پروردگار نے رحمت فرمائی، یہ اس کا بیان ہے۔ اس نے اپنے پروردگار کو دھیمی آواز میں

پکارا، کہنے لگے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں (میں بوڑھا ہو گیا ہوں)۔"
تو انھوں نے اپنے پروردگار کا نام لے کر پکارا، اس کا نام دعا ہے جسے اللہ نے ندا کہا ہے انھوں نے پھر دعا فرمائی:

"وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا" (مریم)

"الٰہی تیری بارگاہ میں دعا کرنے کے بعد تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔"

تو اس سے واضح ہو گیا کہ اس آیت میں ندا، سے مراد دعا کے سوا کچھ نہیں۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا: "هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ ... الآیۃ"

"وہاں پر حضرت زکریا نے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کی اور کہا اے میرے پروردگار!"

تو "ھنا لک دعا" میں حضرت زکریا کا اپنے پرودگار کو پکارنا دعا ہے۔ سورۃ مریم میں "اِذْ نَادٰی" کے الفاظ ہیں اور سورہ آلِ عمران میں دعا کا لفظ ہے۔ دونوں کا صیغہ ایک ہی ہے۔ اور دونوں کا مفہوم بھی ایک ہی ہے۔ پھر فرمایا "تو دعا کو سننے والا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" (انبیاء ع ۶)

"مچھلی والے (حضرت یونسؑ) جب اللہ تعالےٰ سے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے شہر سے باہر چلے گئے۔ اور یہ سمجھے کہ ہم ان کو عذاب دینے پر ہرگز قادر نہیں ہیں (مگر ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا) چنانچہ مچھلی کے پیٹ میں مقید ہو گئے تو وہاں پر اندھیروں میں یوں پکارنے لگے۔ الٰہی! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔"

ایک مرفوع حدیث میں یوں ذکر ہے، میرے بھائی حضرت یونسؑ مچھلی والے کی دعا:

" لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین "

جو مصیبت زدہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ رفع فرماتا ہے۔[1]

نیز اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

"فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (القمر ع ۱)

انھوں نے (حضرت نوحؑ) اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کی (الٰہی) میں مغلوب

[1] تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۱۹۳

ہو گیا ہوں، میری مدد فرما۔

تو دعا اور نداء کا مدلول اور مفہوم ایک ہی ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الانبیاء)

"حضرت ایوبؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے پس میری تکلیف کو دور فرما۔"

یہ اللہ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔

"وَزَکَرِیَّا اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ" (مریم)

"(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کو یاد کرو) جبکہ حضرت زکریاؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا۔"

ایک حدیث میں آیا ہے جو صلت بن حکیم بن معاویہ قشیری سے منقول ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ:

ان اعرابیا قال یارسول اللہ اقریب ربنا فنناجیہ ام بعید فنناديه

فسکت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تعالیٰ:

" واذا سالك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي" (البقرة)

"اذا امرتهم ان يدعوني فدعوني استجب لهم"

"ایک دیہاتی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ فرمائیے کیا ہمارا پروردگار ہمارے قریب ہے تو ہم اُسے آہستہ آہستہ پکاریں یا دور ہے تو بلند آواز سے پکاریں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "جب میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں کہ میں کہاں ہوں تو ان کو بتلا دیجئے کہ میں تو قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔ جب وہ دعا کرتا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں"۔

"جب میں ان کو حکم دوں کہ مجھے پکاریں تو اگر وہ پکاریں گے تو میں ان کی دعا کو قبول کرونگا۔"

ابن جریر اور ابن مردویہ نے اسے بیان کیا ہے۔ ابوالشیخ اصبہانی نے، محمد بن حمید کی روایت سے اس نے جریر سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

کتاب وسنت میں اس کے متعلق کافی دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح اہلِ عرب نے اپنی زبان میں دعا اور نداء کو ایک ہی معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔

چنانچہ کعب بن اسد غنوی کہتا ہے۔

"دعا داع یا من یجیب الی الندار۔ فلم یستجب عند ذالک مجیب فقلت

ادع اخریٰ وارفع الصوت جھرۃ۔ لعل ابی المغوار عنک قریب"

"پکارنے والے نے پکارا اے شخص جو دعا کو قبول کرتا ہے تو اس وقت کسی نے اس کی دعا کو قبول نہ کیا۔ میں نے کہا ایک مرتبہ پھر پکارو اور آواز کو بلند کرو۔ شاید ابوالمغوار تمھارے قریب ہی ہو۔"

اللہ کے فرمان وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ کی تفسیر مؤذن سے کی گئی ہے کیونکہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔

الغرض قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اور اہل عرب کے کلام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ندار سے مراد سوال اور طلب ہے اور اسی کا نام دعا ہے تو نداء اور دعا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ اس کے متعلق عنقریب کچھ اور ذکر ہوگا۔ جو کافی اور شافی ہوگا، ان شاء اللہ۔

## مردے دعا کو نہیں سنتے

چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

"وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہٗ الی یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون (الاحقاف ع۱)

"بھلا اس شخص سے زیادہ کوئی گمراہ ہو سکتا ہے جو غیر اللہ کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا کو قبول نہیں کر سکتا (بلکہ اس دعا سے) غافل ہے (دعا کو سنتا ہی نہیں)"

یہ آیت اس امر پر صریحاً دلالت کرتی ہے کہ اس دعا سے مراد غیر اللہ سے سوال اور طلب ہے۔ اور میت اور غائب کا یہ حال ہے کہ (وہ دعا کو قبول کرنا تو کجا اس کی پکار کو سنتا ہی نہیں اور اس سے بالکل بےخبر ہے) یہ دعا ہے جو غیر اللہ کے سامنے کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ کئی اقسام کی عبادت پر مشتمل ہے۔

## مردوں کو پکارنا عبادت میں شامل ہے

(۱) دعا کرنے والا اللہ تعالےٰ سے منہ موڑ کر غیر اللہ کی طرف اپنے منہ، زبان اور دل سے متوجہ ہوتا ہے۔

(۲) اس سے اپنی حاجت برآری کی امید رکھتا ہے۔

(۳) اپنی حاجت براری کی خاطر غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی بجائے اس پر کلی طور پر بھروسہ کرتا ہے۔

بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اُسے شدید ترین گمراہی قرار دیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مُردوں کو پکارنے والا اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے اور روزِ محشر اس کا اس پر سخت وبال ہوگا تو اس دعا میں وہ اللہ سے خیانت کرتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کا بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

**دعا اور نداء کی آپس میں نسبت**

جب یہ بات واضح ہو گئی تو معلوم ہوا کہ دعا اور نداء میں عموم خصوصِ مطلق کی نسبت ہے۔ یہ دونوں سوال اور طلب میں اکٹھے ہوتے ہیں جبکہ رغبت یا خوف سے ہو۔ مگر جب دعا عبادت تصور کر کے کی جائے تو یہ منفرد ہوتی ہے۔ مثلاً تسبیح، تحمید اور تکبیر وغیرہ کا پڑھنا اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی تو فبہا۔ اگر سمجھنے میں کوئی دقت پیش آ رہی ہو کہ دعا عبادت کیسے بن سکتی ہے تو آیئے قرآنِ کریم پر غور کریں اور اس سے دلائل تلاش کریں۔ اگر ان دلائل سے آپ کی تشفی اور تسلی نہیں ہوتی تو پھر عنانِ توجہ سنتِ نبوی کی طرف مبذول کیجئے۔ اگر پھر بھی آپ کا ذہن مطمئن نہیں ہوتا اور توہمات کے بھنور میں پھنسا رہتا ہے تو پھر آپ کے لئے سراسر خسارہ ہوگا۔

اب قرآنِ کریم کے دلائل اور شواہد ملاحظہ کیجئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

**دعا عبادت ہے**

"قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ"

"(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ بتوں کے پجاریوں اور مشرکوں کو) بتلا دیجئے کہ اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم پوجا پاٹ کرتے ہو مجھے ان کی بندگی اور عبادت سے روکا گیا ہے۔" (الانعام ع، مومن ع)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ"

"اس (اللہ) کو پکارنا برحق ہے۔ جو لوگ اسے چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کا جواب نہیں دیتے۔" (الرعد ع۲)

یہ آیت سوال کے لئے پکارنے کے سلسلے میں ہے۔ جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ

دعا یعنی پکارنا اللہ کے لئے خاص ہے کیونکہ معمول کو مقدم کرنا حصر کا فائدہ دیتا ہے۔

پھر فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ" (الرعد ع۲)

اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنے والا کوئی مقصود حاصل نہیں کر سکتا یہ شرک فی الوہیت ہے۔ کتب سنن اور مسانید میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

"الدعاء مخ العبادة" یعنی "دعا عبادت کا مغز ہے"[لے]

کتب سنن میں نعمان بن بشیر کی روایت سے مرفوع حدیث مذکور ہے:

"ان الدعاء هو العبادة" "دعا عبادت ہے"[لے]

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ" (المؤمن ع۶)

یعنی "اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار اور دعا کو سنوں گا۔ جو لوگ میری عبادت (یعنی مجھے پکارنے میں) میرے سامنے دعا کرنے سے تکبر اور انکار کرتے ہیں تو وہ عنقریب (قیامت کے روز) جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔"

کتاب اللہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اسے پکارنے اور اس کی طرف رغبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں ان کی دعا کو قبول کروں گا۔ جیسے ارشاد فرمایا: "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ" (البقرة ع۲۳)

"جب میرے بندے آپ سے دریافت کریں کہ ہمارا پروردگار کہاں ہے تو آپ ان کو بتلا دیجئے وہ بالکل قریب ہے وہ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے۔ بنا بریں ان کو بھی چاہیئے کہ وہ اس کے احکام کو قبول کریں اور اس پر ایمان لائیں۔ تاکہ رشد و فلاح کے راستہ پر گامزن ہو سکیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کئی مقامات پر ان کو دعا کرنے کا حکم فرمایا جیسے فرمایا:

"اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" (الاعراف ع۷)

"تم اپنے پروردگار کو عاجزی سے چپکے چپکے پکارو۔ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو

کو پسند نہیں کرتا۔"

"وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا" (الاعراف ع)

"تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اس سے اُمید رکھتے ہوئے۔"

نیز فرمایا:

" فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ " (المؤمن ع)

"اللہ کو پکارو دین (عبادت) کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔"

نیز فرمایا:

فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (المؤمن ع)

تو اللہ نے اپنے بندوں پر اس بات کو واجب قرار دیا ہے کہ دعا صرف اس کی بارگاہ میں کریں۔ اس میں کسی کو شریک نہ کریں۔ یہ دعا دونوں قسم کی دعا یعنی سوال کرنے کی دعا اور عبادت کی دعا پر مشتمل ہے۔ کیونکہ ہر ایک دوسرے کو متضمن ہے۔

اللہ تعالےٰ کے فرمان "لہ دعوۃ الحق" میں پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ دعا کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے مخصوص کیا ہے۔

نیز ایک اور مقام پر فرمایا:

"وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا"

"مسجدیں اللہ کی عبادت کے لئے ہیں۔ ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔"

نیز ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَا اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًا (الجن ع۲)

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ (ان مشرک لوگوں کو) بتلا دیجئے کہ میں تو اپنے پروردگار کو ہی پکاروں گا۔ (تم خواہ کسی اور کو پکارتے رہو) اور اس کا کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔

### غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

یہ آیات اور جو پہلے ذکر ہو چکی ہیں سب اس پر دلالت کرتی ہیں کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور گمراہی ہے۔

جیسے ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

"وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ"

"جو غیر اللہ کو پکارتا ہے بھلا اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہو سکتا ہے ؟ وہ جسے پکارتا ہے وہ اس کی دعا سنتا ہے نہ قیامت تک اس کا کوئی جواب دیگا۔"

ترمذی شریف کی ایک حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے روز) جہنم کی آگ سے ایک گردن باہر نکلے گی۔ اس کی دو آنکھیں ہوں گی۔ جن سے دیکھے گی اور دو کان ہوں گے جن سے سنے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے بولے گی ۔ وہ کہے گی کہ مجھے تین اشخاص پر مقرر کیا گیا ہے ۔

(۱) ہر سرکش اور ضدی شخص پر (۲) ہر اس شخص پر جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو پوجا پاٹ کے لائق سمجھتا ہے ۔ ۳۔ ہر تصویر بنانے والے پر[1] یہ حدیث حسن غریب کے درجہ کی ہے۔

کیا آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اپنی عبادت خالص کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جیسے آپ کو غیر اللہ کی عبادت سے روکا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ خداوندی ہے :

"فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" (الزمر ع)

"آپ اللہ کی عبادت کریں اور اس عبادت کو اللہ کے لئے خالص کریں" سنیئے !

"عبادت صرف اللہ کے لئے خالص ہونی چاہیے ۔"

ایک اور مقام پر یوں فرمایا :

"قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ" (الزمر ع)

"آپ (مشرکوں سے) کہدیجئے ! اے جاہلو کیا تم مجھے غیر اللہ کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو" (الزمر ع)

تو اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اقسام کی عبادت اللہ کے لئے خالص کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ کے شریک بت وغیرہ جن کی جاہلیت کے زمانہ میں پوجا پاٹ ہوتی تھی، سے روگردانی کی جائے ۔ اور اس معاملہ میں بتوں کے پجاریوں سے پورا پورا جہاد کیا جائے آپؐ نے عیسائیوں سے حضرت عیسٰی بن مریمؑ کی عبادت کے متعلق مناظرہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیاء، ملائکہ اور صالحین کو پکارنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا :

"قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ

وَلَا تَحْوِيلًا" (بنی اسرائیل ع)

"آپ (ان مشرکوں کو) کہدیجئے جن کو اللہ کے سوا آپ اپنے معبود سمجھتے ہو۔ ان کو بلاؤ تو سہی (وہ تو خود عاجز ہیں) وہ تمھاری اس تکلیف کو دور کرنا تو کجا اس میں کمی کرنے پر بھی قادر نہیں ہیں"

یہ اور اس کے بعد کی آیات ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جو حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ اور حضرت عزیرؑ اور فرشتوں کو پکارتے تھے۔

اکثر مفسرین نے ان آیات کا شانِ نزول یہی بیان کیا ہے تو جس شخص کے پاس یہ دلائل پہنچ گئے اور پھر اس نے یہ گمان کیا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے سوال کرنے اور اس کی طرف رغبت کرنے اور اس پر امید اور بھروسہ کرنے سے اعراض کرتے تھے تو اس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات کہی جس سے آپؐ بری ہیں۔ جیسے اللہ تعالی نے آپؐ کو بری کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا" (الجن ع)

"اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ (مشرکوں کو) بتلا دیجیے (تم خواہ کسی کو پکارتے رہو لیکن) میں اپنے رب کو ہی پکاروں گا اور اس کا کسی کو شریک نہیں بناؤں گا۔

نیز ارشاد فرمایا:

## غیر اللہ کو پکارنے کی تردید کے دلائل

"وَمَنْ اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہٗ الیٰ یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون ٥ واذا حشر الناس کانوا لھم اعداءً وکانوا بعبادتھم کافرین" (الاحقاف ع)

"بھلا اس شخص سے گمراہ تر کون ہو سکتا ہے جو غیر اللہ کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے گا۔ بلکہ ان کی پکار سے بے خبر ہے۔ جب قیامت کے روز لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔" (وہ کہیں گے کہ ہم نے ان کو ایسا کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیا تھا)

اس آیت میں غیر اللہ کو پکارنے کی تردید میں کئی دلائل ہیں اور کئی فوائد ہیں :

۱۔ جو شخص غیر اللہ کو پکارتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ ترین فرمایا ہے۔

۲۔ جس کو وہ پکارتا ہے وہ اس کو کوئی جواب نہیں دیتا اور نہ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

۳۔ جن کو وہ پکارتا ہے وہ اس کی پکار سے بے خبر ہیں۔

۴۔ مشرکوں کے اس دعویٰ کی تردید کی گئی کہ وہ سنتے ہیں۔

۵۔ وہ جن کو دنیا میں پکارتے ہیں وہ قیامت کے روز ان کے دشمن ہوں گے۔

۶۔ وہ جن کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت سے انکار کریں گے اور اللہ کی بارگاہ میں اپنی برأت کا اظہار کریں گے۔

جیسے حضرت مسیح کے متعلق بتلایا کہ وہ قیامت کے روز بارگاہِ ایزدی میں عرض کرینگے :

"مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ" (المائدہ ع۱۶)

(الٰہی!) میں نے ان کو وہی کچھ کہا ہے جس کا تو نے مجھے حکم فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، وہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔"

تو مشرک جب غیر اللہ کو پکارتا ہے تو خیانت کرتا ہے۔ کیونکہ جس کو پکارتا ہے وہ خود اس سے زیادہ محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے ارادہ کے برعکس کام کرتا ہے۔ اور اسی کے مشابہ اللہ کا یہ فرمان ہے :

"ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ" (فاطر ع۲)

"یہ اللہ ہے تمہارا رب، بادشاہی اسی کی ہے، اس کے ماسوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی ایک گٹھلی بنانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو (اپنی حاجت کی خاطر) پکاروگے۔ تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنیں گے۔ اگر (بالفرض) وہ سن لیں تو تمہیں اس کا جواب نہیں دیں گے۔ نہ تمہاری دعا کو قبول کریں گے۔ قیامت کے روز تمہارے اسی مشرکانہ فعل سے بیزار ہوں گے۔"

اس آیت میں چھ جملے شرک کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

۱۔ ذٰلکم اللہ ربکم لہ الملک۔ جیسے وہ مالک ہونے میں خاص ہے ویسے

ہی عبادت میں خاص ہے۔

۲۔ والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطمیر اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ غیر اللہ کسی شے کا مالک نہیں۔ جب معاملہ یوں ہے تو پھر غیر اللہ کو نہ پکارنا واجب ہوا۔

۳۔ ان تدعوھم لا یسمعوا دعائکم اس جملہ میں مشرکوں کے خیالات اور معتقدات کی تردید کی گئی۔ جو کہتے ہیں کہ جس میت کو وہ پکارتے ہیں سنتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنیں گے۔ اس لئے ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے شریک بناتے ہیں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

۔ ولو سمعوا ما استجابوا لکم یہ جملہ اس امر پہ دلالت کرتا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کو پکارتا ہے اس کے حق میں استجابت ممنوع ہے۔ اس صورت میں اس کی امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور اس کی کوشش رائیگاں جاتی ہے۔

۔ یوم القیامۃ یکفرون بشرککم اس جملہ میں یہ ذکر ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔ اور جن کو لوگ پکارتے ہیں وہ قیامت کے روز ان کا انکار کریں گے اور اس کی بارگاہ میں اس شرک سے برأت کا اظہار کریں گے۔

۶۔ ولا ینبئک مثل خبیر جس مضمون پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس نے خبر دی ہے اس کی تصدیق کرنا لازم ہے۔ یہ آیت اس بات کو متضمن ہے کہ وہ دعا جس سے اللہ نے اس آیت میں منع فرمایا ہے۔ اس دعا سے مراد سوال کرنا ہے اور طلب کرنا ہے کیونکہ اس کی دلیل یہ جملہ ہے ولا یسمعوا دعائکم یعنی وہ تمہاری دعا اور پکار کو نہیں سنیں گے۔

## دعا میں یائے ممدودہ کا استعمال

وہ الفاظ جو دعا میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں سے کتاب و سنت اور دیگر کتب میں یائے ممدودہ کا ذکر کثرت سے ہوا ہے۔ جیسے فرمانِ ایزدی ہے۔

"رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" (البقرۃ ع ۲۵)

"اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عنایت فرما۔"

نیز فرمانِ الٰہی ہے:

"رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا"

"اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما۔"

نیز فرمایا "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا" (البقرۃ ع)

"اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول کر گناہ کا ارتکاب کر چکے ہیں تو ہمیں مواخذہ نہ کرنا۔"

دراصل یہ "یا رَبَّنَا" ہے۔ یہ لفظ دعا میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اکثر احادیث میں آیا ہے۔ مثلاً یا حیّ، یا قیوم، یاذالجلال والاکرام، یا بدیع السمٰوٰت والارض یا ودود، یاذالعرش المجید، یا فعال لما یرید وغیرہ

یہ لفظ کثرت سے آیا ہے اسے ہٹانے کی کسی کو ہمت نہیں۔ بعض دعائیں خبر کے صیغہ میں بھی مذکور ہیں ان کا معنی دعا ہوتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں "صلی اللہ علیہ وسلم" یا کہتے ہیں "بارک اللہ فیک" وغیرہ۔

(جاری ہے)

● تبلیغی اجتماعات کے اشتہارات ● قطعات

● دینی کتب ورسائل ● اور ہر قسم کی آفسٹ

● رنگین معیاری طباعت کیلئے

فالکن پرنٹنگ پریس

مینیجر۔ فالکن پرنٹنگ پریس عقب پولیس چوکی۔ اردو بازار لاہور